بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مستطاب

الشافی

ترجمہ

اصول کافی جلد اوّل

حضرت ثقۃ الاسلام علامہ فہامہ مولانا الشیخ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمتہ

ترجمہ

مفسر قرآن عالیجناب ادیبِ اعظم مولانا السید ظفر حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی نقوی الامروہوی

بانی و منتظم جامعہ امامیہ کراچی

مصنف دو صد کتب

ناشر

ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ناظم آباد نمبر ۲۔ کراچی

سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ صرف حضرت صادق آل محمد علیہم السلام کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کرنے والے اور اس چشمۂ فیض سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے اس عہد علم و فضل انگیز میں احادیث کی چار سو کتب لکھی گئیں۔ جو اصول اربعمأة کہلاتی ہیں دوسرے اصحاب آئمہ کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

اُصول کافی کی جمع و تالیف

جن اصول اربعمأۃ کا سطور بالا میں تذکرہ کیا گیا ہے چونکہ یہ کتب باقاعدہ طور پر مرتب و مبوّب نہ تھیں بلکہ اصول و فروع تفسیر و اخلاق وغیرہ متفرق موضوعات کے بارہ میں آئمہ طاہرین کے ارشادات باہم گڈمڈ تھے کیوں کہ لکھنے والے حضرات قلم دوات ساتھ لے کر حاضر ہوتے تھے اور جن متفرق مسائل و موضوعات پر گفتگو ہوتی وہ فوراً اسے قلم بند کر لیتے۔ لہذا ضرورت تھی کہ اس کو مرتب و مبوّب کیا جائے اور پورے حسن سلیقہ سے ان کی لالی آبدار و دُرہائے شہوار کو سلک ترتیب و تہذیب میں پرو دیا جائے۔ اس عظیم خدمت کے لئے جس بطل جلیل کو سب سے پہلے توفیق و تائید ایزدی حاصل ہوئی وہ قدوۃ الانام کہف العلماء الاعلام و بلاد المحدثین العظام ثقۃ الاسلام حضرت مولانا الشیخ محمد بن یعقوب الکلینی اسکنہ اللّٰہ بحبوحۃ دارالسلام کی ذات بابرکات تھی جنھوں نے اپنی عمر کریمانہ کے پورے بیس سال (قصص العلماء جلد ۲ ص ۱۸۷ طبع بمبئی و فوائد مدنیہ جلد ۲ ص ۶۵ طبع ایران و کشف المحجہ لثمرۃ المہجہ طبع نجف اشرف) صرف کر کے ان اصول اربعمأۃ کی ورق گردانی کر کے اور کچھ علماء و فضلاء کی خدمت کر کے اور کچھ راویان اخبار سے استفادہ کر کے، غرض کہ اس مدت مدید میں کوچہ گردی اور کوہ پیمائی سب ہی کچھ کر کے ایک جامع کتاب بنام الکافی قوم و ملت کے سامنے پیش کی۔ جو صحیح معنوں میں اسلام کا دائرۃ المعارف ہے۔

اصول کافی کی بعض خصوصیات

اصول کافی کتب اربعہ کافی من لایحضرہ الفقیہ تہذیب الاحکام اور استبصار میں سے سب سے پہلی اور سب سے افضل کتاب ہے جس روز سے یہ لکھی گئی ہے اس روز سے آج تک برابر مرجع فقہاء و محدثین ملاذ علماء عاملین اور روشنی چشم شیعہ بنی رہی ہے اور چند خصوصیات کی بناء پر دیگر کتب حدیث سے ممتاز مقام رکھتی ہے جن میں سے بعض خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ یہ کتاب حضرت صاحب الامر العصر والزمان عجل اللّٰہ فرجہ کی غیبت صغریٰ اور نوّاب اربعہ کی موجودگی میں لکھی گئی ہے لہذا اگرچہ بنا التحقیق اس کتاب کا امام العصر والزمان عجل اللّٰہ فرجہ کی بارگاہ میں پیش ہونا اور آنجناب کا یہ فرمانا کہ الکافی کاف لشیعتنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا۔ مگر اس کا آنجناب کے مخصوص وکلاء کی موجودگی میں لکھا جانا اور اس حقیقت کا مسلم ہونا کہ یہ کتاب تمام ملت جعفریہ کی دینی فلاح و بہبود اور ان کی رشد و ہدایت کے لئے

لکھی جارہی ہے جو زمانۂ غیبت میں ان کی توجہ کا مرکز بنے گی۔ مگر اس کے باوجود ان کی رد میں نہ ناحیہ مقدسہ سے کسی توقیع مبارک کا صادر ہونا اور نہ وکلاء امام کا روکنا ٹوکنا۔ اس سے کم از کم ان کی تائید و رضائے سکوتی تو ضرور ہو جاتی ہے اور یہی امر اس کتاب کی وثاقت وجلالت کی قطعی دلیل ہے (کما استدلال العلامہ المجلسی فی امراۃ ص۹ جلد۱) انہی حقائق کی بنا پر سید جلیل سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے فتصانیف ھذا الشیخ محمد بن یعقوب وروایات فی زمن الوکلاء مذکورین یجد طریقا الی منقولاتہ (شیخ جلیل محمد بن یعقوب کی تصانیف و روایات کا وکلاء امام علیہ السلام کے دور میں ہونا ان کے منقولات کی تحقیق و وثاقت کی طرف ایک راستہ کھول دیتا ہے۔

۲۔ یہ کتاب پورے بیس سال کی تحقیق وتدقیق وتوفیق وتتبع وتفحص اور تلاش وجستجو کے بعد لکھی گئی ہے جیسا کہ ابھی اس کا ذکر اوپر کیا جا چکا۔

۳۔ اس کتاب میں یہ بھی التزام کیا گیا ہے (الّا نادراً) کہ پورا سلسلۂ سند ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ محدث محسن فیض کاشانی نے ذکر کیا ہے (الوافی جلد ۱ ص۱۳) وھو التزم فی الکافی ان یذکر فی حدیثہ الا نادراً جمیع سلسلہ السند بینہ وبین المعصوم۔ الخ

۴۔ اس کتاب میں یہ بھی التزام کیا گیا ہے کہ ہر ہر باب میں اسی کے موافق احادیث درج کی جاتی ہیں اور اخبار متعارضہ درج کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے (روضۃ الجنات ص۵۵۳ طبع اوّل ایران) الا نادراً)

۵۔ کافی کی احادیث جو کہ سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) قصص العلماء تنکابنی جلد ۲ ص۱۸۷ و فوائد رضویہ جلد ص۶۵۷) ہیں مجموعی طور پر برادران اسلامی کی بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح ستہ کی احادیث سے زیادہ ہیں کیونکہ احادیث بخاری و مسلم کی تعداد سات ہزار ۲ سو پچہتر (۷۲۷۵) ہے اور اگر احادیث مکرّر کو حذف کر دیا جائے تو باقی صرف چار ہزار احادیث رہ جاتی ہیں (مقدمہ ابن الصلاح نہایۃ الدرایہ ص۲۲۵، کشف الظنون جلد اوّل ص۵۴۳/۵۴۴ (علی ما نقلہ الشیخ عبدالحسین فی مقدمہ) الی غیر ذالک من خصائص الکبیرۃ انہی خصوصیات کی بنا پر بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک فن حدیث میں اصول کافی کے پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی

عظمت کافی اور نظر علمائے اعلام

علمائے اعلام کی نگاہ میں کافی کی کیا قدر و منزلت ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند اقتباسات (ماخوذ از مقدمہ شیخ عبدالحسین المظفر النجفی ص۲۵) اطمینان قلب کی خاطر مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع کریں جن سے مقدمہ کی یہ عبارت ماخوذ ہے تصحیح الاعتقاد ص۲۷، بحار الانوار جلد ۸ ص۶۲/۶۸، مراۃ العقول جلد ۱ ص۳، نہایۃ الدرایہ ص۲۸۔ اصول الاخبار ص۵، لؤلؤۃ البحرین ص۲۳۵ وغیرہ

سے بآسانی ہو سکتا ہے۔

۱۔ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں الکافی ھو من اجل الکتب الشیعہ واکثرھا فائدۃ (کافی تمام کتب شیعہ سے اجل و ارفع اور سب سے زیادہ مفید ہے (۲) حضرت شہید اول شیخ محمد بن مکیؒ اپنے اجازہ میں فرماتے ہیں کتاب الکافی فی الحدیث الذی لم یعمل الامامیہ مثلہ (حدیث میں اصول کافی وہ کتاب ہے کہ ایسی کتاب امامیہ نے نہیں لکھی ۳۔ محقق شیخ علی بن عبد العالی کرکی اپنے اجازہ میں لکھتے ہیں الکتاب الکبیر فی الحدیث المسمی بہ الکافی لیعمل مثلہ وقد جمع ھذا الکتب من احادیث الشرعیہ والاسرار الدینیہ مالا یوجد فی غیرہ (حدیث کی بڑی کتاب کافی جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی یہ کتاب اس قدر احادیث شرعیہ اسرار دینیہ کی جامع ہے جو اس کے علاوہ اور کسی کتاب میں نہیں ملتے (۴) محدث جلیل ملا محسن فیض کاشانی وافی میں رقمطراز ہیں الکافی اشرفہا واوثقہا واتمہا واجمعہا لاشتمالہ علی الاصول من بینہا وخلوہ من الفضول وشنیعہا الاسخ۔ (تمام کتب اربعہ میں سے اشرف و اوثق اتم و اجمع کافی ہے کیونکہ یہ علاوہ فروع کے اصول پر بھی مشتمل ہے اور فضول اور باعث عیب باتوں سے خالی ہے (۵) محدث امین استر آبادی فوائد مدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد سمعنا من مشائخنا وعلمائنا انہ لم یصنف فی الاسلام کتاب یوازیہ او یدانیہ (ہم نے اپنے اساتذہ اور علماء سے سنا ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جو کافی کے ہم پایہ ہو۔ (۶) سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مراۃ العقول میں افادہ فرماتے ہیں کتاب الکافی اضبط الاصول واجمعہا واحسن مؤلفات الفرقۃ الناجیۃ واعظمہا (کتاب کافی تمام کتب سے زیادہ جامع محکم اور متقن ہے اور فرقہ ناجیہ کی تمام کتب سے احسن و اعظم ہے ان حقائق کے بعد یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ان الکافی ھو الکتاب الجامع الاحادیث فی جمیع فنون العقائد والاخلاق والاداب الفقہ وجمیع فنون الاحادیث وقاطبۃ اقسام العلوم الالہیہ والاسرار الربانیہ والمعارف الیقینیہ الخارجہ من بیت العصمۃ والطہارۃ الملکوتیۃ

کافی کے بعض شروح و تراجم

کافی کی عظمت و مقبولیت کا اس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہر دور میں علماء و فضلاء کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے اس کی بے شمار شرحیں اور حواشی موجود ہیں اور متعدد ترجمے ہوئے ہیں۔ بطور نمونہ بعض شروح و تراجم کا یہاں اجمالاً ذکر کرتے ہیں:۔

(۱) جامع الاحادیث والاقوال الشیخ قاسم بن محمد الوندی (۲) کتاب الدار المنظوم ومن کلام المعصوم الشیخ علی بن محمد بن الحسن الشہید الثانی (۳) الرواشح السماویہ فی شرح الاحادیث الامامیہ السید محمد باقر داماد (۴) کتاب الشافی شرح اصول الکافی الشیخ خلیل بن الغازی القزوینی (۵) شرح المحدث الامین الاسترآبادی (۶) شرح العالم ملا صالح المازندرانی (۷) شرح الفیلسوف العظیم ملا صدرا الشیرازی (۸) الوافی الکافی للعالم الربانی ملا محسن الفیض کاشانی (۹) کشف الکافی الشیخ محمد بن محمد الشیرازی (۱۰) مراۃ العقول فی شرح اخبار الرسول العلامۃ المجلسی قدس

سرہ (۱۱) تحفۃ الاولیاء ترجمہ فارسی الشیخ محمد علی الاردکانی (۱۲) صافی ترجمہ شرح فارسی اصول کافی للشیخ الجلیل القزوینی (۱۳) ترجمہ شرح فارسی الشیخ محمد باقر الکمرئی (۱۴) ترجمہ اردو بعض اجزائے اصول کافی موسوم بہ القول الشافی مولانا السید ظہور حسن الکھنوی قدس سرہ (۱۵) الشافی ترجمہ کافی للادیب الاعظم السید ظفر حسن الامروہوی مدظلہ (اسی ترجمہ پر ہم یہ مقدمہ لکھ رہے ہیں۔ اس پر تبصرہ بعد میں کیا جائے گا)

ایک مشہور اعتراض اور اس کا جواب

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے مقدمہ کافی میں یہ ادعا کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں تمام اخبار و آثار صحیحہ جمع فرمائے ہیں چنانچہ ان کے عین الفاظ یہ ہیں (مقدمہ اصول کافی) انک تحب ان یکون عندک کتاب کاف یجمع من جمیع فنون علم الدین ما یکتفی بہ المتعلم ویرجع الیہ المسترشد ویاخذ منہ من یرید علم الدین والعمل بہ بالآثار الصحیحۃ عن الصادقین علیہما السلام والسنن القائمۃ التی علیہا العمل الخ حالانکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کافی کی سولہ ہزار ایک سو ننانوے احادیث میں صرف پانچ ہزار بہتر صحیح ہیں، باقی ایک سو چوالیس حسن، اور ایک ہزار ایک سو سولہ موثق اور تین سو دو قوی اور نو ہزار چار سو پچاس ضعیف ہیں (قصص العلماء جلد ۱ ص ۱۸۷) دریں حالات مؤلف علام کی فرمائش کو کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض متقدمین و متاخرین کی اصطلاح سے عدم واقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ حقیقت حال سے واقف کار جانتے ہیں کہ مؤلف علام کی فرمائش بھی صحیح ہے اور مذکورہ بالا تقسیم بھی درست ہے کہ حدیث صحیح کے بارہ میں متقدمین و متاخرین کی اصطلاح علیحدہ علیحدہ ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے اس اجمال کو بقدر ضرورت گنجائش تفصیل یہ ہے کہ ہر خبر دو حال سے خالی نہیں یا متواتر ہوگی یا واحد یعنی اگر کسی خبر کو ہر طبقہ میں اس قدر جماعت کثیر نقل کرے جس کا کذب و افترار پر اتفاق کرنا عادۃً محال ہو تو اس کو خبر متواتر کہا جاتا ہے اور جو خبر ایسی نہ ہو وہ خبر واحد کہلاتی ہے (ہدیۃ المحدثین ص ۳۵ نہایۃ الدرایہ)

اب اس خبر واحد کی متقدمین کے نزدیک صرف دو ہی قسمیں تھیں صحیح اور غیر صحیح۔ خبر صحیح ہر اس حدیث کو کہتے تھے جس کے ساتھ کچھ ایسے قرائن داخلیہ و خارجیہ ہوں جن کی بناء پر اس پر اعتماد و وثوق کیا جا سکے، آئمہ اطہار کے قریب العہد ہونے کی وجہ سے متقدمین کے پاس ایسے قرائن بکثرت تھے کہ جو حدیث اس طرح محفوف بالقرائن نہ ہوتی تھی وہ اسے غیر صحیح سمجھتے تھے چنانچہ محدث جلیل شیخ علی اکبر مروج الاسلام فرماتے ہیں (ہدایۃ المحدثین ص ۲۳)

نزد قدما صحیح اطلاق میشد بر آن حدیثے کی معتضد بود بآنچہ اقتضا می کرد اعتماد ایشان بر آن (یہاں بخوف طوالت ان قرائن کا تذکرہ نہیں کیا جا سکتا) اور متاخرین کے نزدیک اور اس اصطلاح کے بانی سید جلیل احمد بن

طاؤس متوفی ۶۷۳ھ واستاد حضرت علامہ حلّی یا بقول بعض علماء خود علامہ حلّی قدس سرہ ہیں خبر واحد کے متعدد اقسام ہیں بعض اقسام کا تعلق راویان اخبار کے صفات و اطوار سے ہے اور بعض کا متن اخبار سے اور بعض کا ربط راویوں کے مذکور و محذوف ہونے سے ہے ان کے نزدیک صحیح کا میزان و معیار اور ہے۔ ہم یہاں خبر واحد کے صرف ان بعض اہم انواع و اقسام کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق راویان اخبار کے عقائد و اعمال کے ساتھ ہے اور یہ بنا بر مشہور پانچ قسمیں ہیں

حدیث صحیح (ہدایۃ المحدثین از ص ۳۵ تا ص ۴۵ و نہایۃ الدرایہ) اصطلاح متاخرین میں حدیث صحیح اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کا سلسلۂ سند معصوم تک منتہی ہوتا ہو اور ہر طبقہ میں اس کے راوی شیعہ اثنا عشری اور عادل ہوں۔

حدیث حسن حدیث حسن اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند معصوم تک منتہی ہو اور تمام طبقات میں اس کے راوی شیعہ اثنا عشری ہو ممدوح۔ مگر ان کی عدالت کی تصریح نہ کی گئی ہو۔

حدیث قوی اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے سلسلہ سند کے تمام راوی شیعہ اثنا عشری ہوں مگر ان کی مدح و ذم کے بارہ میں کوئی نص موجود نہ ہو۔

حدیث موثق حدیث موثق اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کا سلسلۂ سند معصوم تک ایسے راویوں کے ذریعہ تک منتہی ہو جو اگرچہ صادق اللہجہ اور قابل وثوق ہوں مگر ہوں فاسق العقیدہ (سوائے شیعہ اثنا عشریہ کے باقی تمام فرق اسلام اس میں داخل ہوں۔

حدیث ضعیف اصطلاح متاخرین میں حدیث ضعیف اس حدیث کو کہا جاتا ہے جو ان تمام شرائط سے خالی ہو اور جو اوپر صحیح و حسن و قوی و موثق کے بیان میں ذکر کئے گئے ہیں (ولہ اقسام عدیدہ لیس ههنا موضع ذکرہا کالخبر المقطوع والمرسل والمجہول وغیرہا)

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت ثقۃ الاسلام کلینی کی فرمائش اور متاخرین کی تقسیم میں فی الحقیقت کوئی معارض و اختلاف نہیں ہے بلکہ ارباب منطق کی علمی اصطلاح میں عام و خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر وہ خبر جو عند المتاخرین صحیح ہے وہ عند المتقدمین بھی صحیح ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو خبر عند القدماء صحیح ہو وہ عند المتاخرین بھی صحیح ہو۔ بنا بریں اصول کافی کی تمام احادیث عند المتقدمین (ولا سیما عند المؤلف العلام) صحیح ہیں مگر متاخرین کے نزدیک کچھ صحیح ہیں کچھ حسن، کچھ موثق کچھ ضعیف وغیرہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح فتدبر و تشکر، اولائک من الجاھدین

ایک ضروری وضاحت یہاں اس بیان کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ متاخرین کی اصطلاح کے مطابق

کافی میں ہر قسم کی صحیح و حسن و قوی، موثق و ضعیف وغیرہ اقسام کی احادیث موجود ہیں مگر اس امر پر تمام علمائے اعلام کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک حدیث بھی موضوع و مجعول نہیں ہے اور اس کے متعلق متاخرین کی یہ انتہائی چھان بین بھی محض اس لئے ہے کہ اگر کسی وقت بالفرض کتب اربعہ کی احادیث میں باہم تعارض واقع ہو جائے تو اس کے بل بوتے پر بعض روایات کو دوسری بعض پر ترجیح دی جاسکے ورنہ عدم تعارض کی صورت میں کافی کی تمام احادیث قابلِ اعتماد و عمل ہیں۔ چنانچہ غواص بحار الانوار سرکار علامہ مجلسی نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔ فرماتے ہیں والحق عندی ان وجود الخبر فی امثال تلک الاصول المعتبرۃ مما یوجب جواز العمل بہ لکن لابد من الرجوع الی الاسانید لترجیح بعضها علی بعض عند التعارض الخ (مرآۃ العقول جلد ۱ ص۱) میرے نزدیک حق یہ ہے کہ کسی حدیث کا اصول کافی ایسی معتبرہ کتب میں پایا جانا جواز عمل کے لئے کافی ہے ہاں تعارض کے وقت بعض احادیث کو دوسری بعض پر ترجیح دینے کے لئے سند کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے بعض علماء کا ارشاد ہے:۔

قد اتفق اہل الامامۃ وجمہور الشیعۃ علی تفضیل ہذا الکتاب والاخذ بہ والثقۃ بخبرہ والاکتفاء باحکامہ وہم مجمعون علی الاقرار بارتفاع درجتہ وعلو قدرہ علی انہ القطب الذی علیہ مدار روایات الثقات المعروفین بالضبط والاتقان الی الیوم وعندہم اجل وافضل من جمیع اصول الاحادیث (ماخوذ از مقدمہ مظفری ص۲۵) یعنی تمام شیعہ خیر البریہ کا اس کتاب کی فضیلت اور اس کے قابلِ عمل و وثوق ہونے پر اتفاق ہے نیز ان کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ اس کتاب کا درجہ تمام کتب احادیث سے اجل و ارفع ہے اور یہ کتاب وہ قطب ہے جس پر قابلِ اعتماد راوی جو ضبط و اتقان میں مشہور ہیں کی روایات کا دار و مدار ہے۔

ثقۃ الاسلام کلینی

چونکہ کسی کتاب کی حقیقی قدر و قیمت معلوم کرنے کا ایک طریقہ اس کے مصنف و مؤلف کی جلالت بھی ہے اس لئے کافی کی عظمت قدر معلوم کرنے کے لئے اس کے مؤلف علام کی جلالت و نبالت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے بھی وہ اس کے حقدار ہیں کہ ان کے ذکر خیر سے ارباب دل طبقہ کے مشام کو معطر کیا جائے۔

ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمی نے ان الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا ہے: شیخ الاسلام قدوۃ الانام کہف العلماء الاعلام و مفتی طوائف الاسلام و ملاذ المحدثین العظام و مروج المذہب فی غیبۃ الامام علیہ السلام ابو جعفر ثقۃ الاسلام عطر اللہ مرقدہ واسکنہ الجنۃ المحبوحۃ دار السلام شیخ محدثین و رئیس شیعہ و اوثق و اثبت الناس در حدیث (الفوائد الرضویہ فی احوال العلماء المذہب الجعفریہ جلد ۲ ص۲۵) آپ کا اسم گرامی محمد، کنیت ابو جعفر اور مشہور لقب ثقۃ الاسلام ہے۔ اس دور میں آج کل کی طرح بے جا القاب کی بہتات نہ تھی بلکہ جو شخص فی الواقع جس لقب کا اہل ہوتا تھا اسے اس لقب سے ملقب کیا جاتا تھا کتب سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طوائف اسلام کی نگاہ میں قابل وثوق و اعتماد اور لائق ہزار احترام و اکرام شخصیت کے مالک تھے

اور ان کا قول و فعل سند سمجھا جاتا تھا اس لئے وہ ثقۃ الاسلام کے جلیل القدر لقب سے یاد کئے جاتے تھے مگر آج تو سہ وتشیب شعباً فکل جزیرۃ؛ فیما امیر المومنین و منبر والا معاملہ ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت اور ابتدائی نشو و نما قریہ کلین (بروزن زبیر) میں ہوئی جو کہ رے کے مضافات میں واقع ہے بعد ازاں تکمیل علوم و فنون اسلامیہ کے لئے بغداد کا رخ کیا جو کہ ان دنوں علم و عمل کا گہوارہ تھا وہاں رہ کر بہت سے علماء و فضلاء سے علمی و عملی استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ خود مرجع خلائق بن گئے۔

ثقۃ الاسلام در نظر علمائے اعلام

فریقین کے کتب سیر و تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار فریقین کے نزدیک صاحب عز و وقار اور عالی مقدار تھا اور اس امر کے ثبوت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ابن اثیر جزری نے جامع الاصول میں ان کو قرن ثالث کا مجدد مذہب لکھا ہے جبکہ قرن دوئم کا مجدد حضرت امام رضا علیہ السلام کو لکھا ہے اور قرن چہارم کا سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کو شمار کیا ہے (مخفی نہ رہے کہ مجددیت والا نظریہ ہمارا نہیں بلکہ برادران اسلامی کا ہے وہ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان اللہ یبعث ھذا الامر علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد ھا فلا تغفل۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں زبیدی نے تاج العروس میں ان کا بہت وقیع الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اپنے علمائے کرام میں سے (۱) نجاشی نے اپنے رجال میں ان کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ شیخ اصحابنا فی وقتہ بالری و وجھم وکان اوثق الناس فی الحدیث اثبتھم وہ اپنے وقت میں ہمارے علماء کے رے میں بزرگ رئیس تھے اور حدیث میں سب لوگوں سے زیادہ قابل وثوق و اعتماد تھے (۲) علامہ حلّی نے خلاصۃ الرجال میں (۳) شیخ طوسی نے اپنی فہرست میں انہی الفاظ بلکہ ان سے بھی زوردار الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے (۴) سید جلیل ابن طاؤس نے کشف المحجہ میں الشیخ المتفق علی ثقتہ و امانتہ محمد بن یعقوب الکلینی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے (۵) مجلسی اوّل مرحوم نے شرح مشیخۃ من لا یحضرہ الفقیہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے والحق انہ لم یکن مثلہ فیما رأینا فی علمائنا وکان تبدیرہ فی اخبارہ و ترتیب کتابہ لیعرف انہ کان مؤیداً من عند اللہ تبارک وتعالیٰ جزاہ عن الاسلام والمسلمین افضل جزاء المحسنین (حق یہ ہے کہ جس قدر علماء ہم نے دیکھے ہیں ان میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں ملتا اور جو شخص ان کی کتاب کی احادیث اور ان کے جمع و ترتیب پر غور کرے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگوار مؤید من اللہ تھے) (۶) قاضی نور اللہ شوستری (شہید ثالث علیہ الرحمہ) نے مجالس المومنین میں ان کو رئیس المحدثین الشیخ الحافظ النحریر ایسے القاب جلیلہ کے ساتھ یاد کیا ہے (۷) علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مرآۃ العقول میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

الشیخ الصدوق ثقۃ الاسلام مقبول طوائف الانام ممدوح الخاص والعام محمد بن یعقوب الکلینی

(۸) شیخ اسد اللہ شوستری نے اپنی کتاب مقابیس الانوار میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے